اسلامی نظام معیشت کی خصوصیات

محمد عظیم خان ندیم

اگرچہ ہر زمانے میں معیشت کی اہمیت مسلم رہی ہے لیکن دور جدید میں معاشیات نے انسانی زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو متأثر کیا ہے۔ لہذا معاشی استحکام اور اعتدال کے بغیر نہ تو امن و سکون کی زندگی میسر ہو سکتی ہے اور نہ ہی افراد کی سیاسی آزادی برقرار رہ سکتی ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر شاہ ولی اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ،، میں لکھا ہے۔ ''چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور اجتماعی زندگی کے بغیر وہ اپنے لئے لوازم حیات بہم نہیں پہنچا سکتا اور نظام تمدن کا قیام سرا سر انسانوں کے باہمی تعاون پر موقوف ہے اس لئے ان کو شرائع میں باہمی تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ سوسائٹی کا کوئی فرد بھی سوائے عذر معقول کے بے کار نہ رہے، ہر ایک آدمی اپنے لئے کوئی ایسا شغل اختیار کرے جو کسی نہ کسی شکل میں نظام تمدن کو بہتر صورت پر قائم رکھنے کے لئے مفید ہو۔،، لہذا جب ہم حقیقت پسندی کی نظر سے دیکھتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی ذہنوں کا بنایا ہوا نظام معیشت خواہ وہ کیسا ہی دل کش اور دلفریب کیوں نہ ہو انسانوں کے ہر گروہ اور ہر طبقہ کے حقوق اور مفادات کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانوں کا کوئی گروہ اور طبقہ جو قانون بھی بنائے گا اس میں وہ اپنے بشری تقاضوں اور میلانات کی بناء پر طبقاتی، نسلی، وطنی، لونی، ملکی اور علاقائی مفادات کے باعث افراط و تفریط سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

لہذا دنیا کے دساتیر و قوانین اور ان کی تاریخ سے واقف حضرات اس

بات کو اچھی طرح سے جانتے ھیں کہ سرمایہ دار سزدوروں کے حقوق اور مفادات کو کما حقہ پورا نہیں کر سکتا اور مزدور سرمایہ دار کے مفادات سے پورا پورا انصاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جمہوریت میں، اقلیت کی رائے کی کوئی اھمیت نہیں ھوتی۔ اور آمریت یا بادشاھی میں فرد واحد سب کچھ ھوتا ھے، دیگر تمام افراد بالکل بے حیثیت اور بے اثر ھوتے ھیں۔ کیونکہ آمر کی زبان سے نکلا ھوا ھر لفظ قانون کی حیثیت اختیار کر جاتا ھے۔ سرمایہ داری نظام میں اجتماعی مفادات کو قربان کرکے انفرادی مفادات کی تکمیل کی جاتی ھے، غرباء اور بے سہارا لوگوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ھے۔۔ اشتراکیت میں انفرادی حقوق و مفادات کی قربانی دی جاتی ھے اور انفرادی مفادات اجتماعی مفاد کی بھینٹ چڑھ جاتے ھیں۔ گویا ھدایت ربانی کے بغیر انسانوں کا بنایا ھوا ھر نظام ناسکمل، ادھورا اور کسی خاص طبقہ و گروہ کے حقوق و مفاد کا ضامن ھوتا ھے۔

لیکن دین اسلام ایک عالمگیر دعوت اور ھمہ گیر انقلاب کا داعی ھے۔ اور یہی وہ کامل اور جامع نظام حیات ھے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے سکمل ھدایات سہیا کرتا ھے۔ جو انسانوں کے مذھبی، معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ معاشیات کے متعلق بھی جامع اصول و نظریات اور معتدل عملی نظام کا نقشہ پیش کرتا ھے۔ نیز اسلام ایک ایسے معاشرتی نظام کی نشاندھی کرتا ھے کہ جس میں انسانوں کی انفرادی و اجتماعی ضروریات کی تکمیل بھی ھو سکے اور معاشرے کے افراد میں محبت و ھمدردی اور خلوص کے جذبات بھی موجود رھیں۔ گویا اسلام کا معاشی نظام ایسا بہترین نظام ھے جو علم المعیشت کے قدیم و جدید نظام ھائے مذھبی و عقلی کے تمام محاسن کو اپنے اندر سموئے ھوئے ھے۔ اور دیگر معاشی نظاموں کے مسموم اثرات

کے لئے بے نظیر تریاق ہے۔

علاوہ ازیں یہ انسانی ذہن کی اختراع نہیں ہے کہ جس کی بنیاد انتقام یا منافرت جیسی خام کاریوں پر رکھی گئی ہو۔ بلکہ یہ خالق کائنات کا دیا ہوا نظام ہے۔ جس میں نہ تو پرانے نظاموں کی طرح روحانی ضرورت سے آنکھ بند کی گئی ہے۔ اور نہ ہی جدید نظاموں اور نظریات کی طرح انسان کو صرف پیٹ کا بندہ بنا دیا گیا ہے۔ یعنی اسلام نے ایک منفرد معتدل اور امتیازی معاشی نظام عطا کیا ہے۔ جس کے عملی نفاذ سے اس کی برکات اور عمدہ اثرات ظاہر ہوئے اور پوری دنیا نے اسے محسوس کیا۔ کیونکہ ظہور اسلام سے قبل دنیا کا معاشی نظام بدحالی کا شکار ہو چکا تھا۔ جس کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے ''حجۃ اللہ البالغہ،، میں اس وقت کے حالات کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''اس زمانے میں لوگوں نے عیش و عشرت کو اپنی زندگی بنالیا تھا اور آخرت کو بھلا دیا تھا۔ شیطان نے ان پر غلبہ پالیا تھا۔ ان کی زندگی کا حاصل ھی یہ بن گیا تھا کہ ھر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے لگا تھا۔ اور ھر فرد عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہو گیا تھا۔ نیز غلط و گمراہ کن عیش پرستی ان کے معاشی نظام کا اصل الاصول بن گئی تھی۔ دلوں کا امن و سکون ختم ہوگیا تھا۔ عیش پرستی کے لئے زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور آمدنی کی ضرورت تھی جو ھر شخص کو حاصل نہ تھی۔ اس لئے امراء و حکام نے معاشی استحصال شروع کردیا۔ انھوں نے کاشتکاروں، کارکنوں اور پیشہ وروں کو اس قابل نہ چھوڑا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکیں۔ اس مالی استحصال اور فاسد معاشی نظام نے جمہور کی یہ حالت کردی تھی

کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقیوں کا نمونہ بن گئی۔ ان کے نفوس، کمینگی اور خست سے بھر گئے۔ ان کی طبائع اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں۔ جب اس مصیبت نے بھیانک صورت اختیار کرلی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس فاسد مادہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے اسلام بھیجا۔ جس نے دنیا کے سامنے ایک اعلیٰ معاشی نظام پیش کیا،،۔

گویا خالق کائنات کے عطا کردہ نظام حیات اور نظام معیشت کا نہ کوئی بدل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی اور نظام کا پیوند لگایا جا سکتا ہے۔ یہ نظام ہر لحاظ سے جامع کامل اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سراسر عدل و انصاف سے معمور ہے۔ اور کسی خاص طبقے یا گروہ کی رو رعایت یا امتیازی سلوک کرنے کی بجائے پوری انسانیت کے حقوق اور مفادات و ضروریات کا ضامن ہے۔ چونکہ اسلامی نظریہ کے مطابق تمام انسان اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں لہذا اسلامی نظام میں کسی پر ظلم و ستم یا خصوصی مراعات کے لئے چور دروازہ کی بالکل گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی کے حق کو ختم کرکے دوسروں کے حقوق میں اضافہ کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا عادلانہ اور منصفانہ نظام معیشت ہے جس میں ہر انسان کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ترقی و بہبود کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ نیز اس کے معاشی نظام میں یہ روح بھی موجود ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کی حفاظت بھی ہو اور آپس میں محبت و پیار بھی موجود رہے۔ اسی لئے غرباء کے حقوق کو پورا کرنا امراء کے لئے فریضہ اور نیکی قرار دیا گیا۔ اور امراء کے حقوق کو پورا کرنا غرباء کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح سے معاشرے کے تمام افراد جسد واحد کی طرح آپس میں تعاون کرکے معاشرے کو خوشحالی، امن، چین اور محبت و پیار کا گہوارہ بناسکتے ہیں۔

بہر حال اسلام کے معاشی نظام کو سمجھنے کے لئے اور اسے عملی

طور پر نافذ کرنے کے لئے اس کی تعلیمات کا فہم و ادراک نہایت ضروری ھے جسے اختصار سے بیان کیا جاتا ھے ۔ تاکہ اس کے بنیادی اصول اور اس کے اھم خصائص سامنے آ سکیں ۔

اللہ ھی معاشی وسائل کا خالق ھے :

سب سے پہلے اسلام اس حقیقت کو واضح کرتا ھے کہ وہ تمام وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ھے سب اللہ تعالی کے پیدا کئے ھوئے ھیں ۔ انسان ان میں فقط امین کی حیثیت رکھتا ھے ۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ھے ۔

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ۔

اللہ ھی ھے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا ھے جو زمین میں ھے ۔

لہذا اس ارشاد خداوندی سے معلوم ھوتا ھے کہ انسان ذرائع پیداوار کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں آزاد نہیں کہ اپنی من مانی کرتا پھرے ۔ بلکہ انسان کی آزادی اسلام کی مقرر کی ھوئی حدود کی پابند ھے ۔ نیز کسی بھی انسان یا جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے انسانوں کے لئے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے اصول وضع کرے ۔ بلکہ یہ حق صرف خالق کائنات ھی کو حاصل ھے کہ وہ اپنی مخلوق کے لئے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے اصولوں کو مقرر کرے ۔

ربوبیت کبریٰ :

دین اسلام کا سب سے بنیادی اور اھم اصول و نظریہ یہ ھے کہ ربوبیت کبریٰ یعنی پوری انسانیت بلکہ تمام مخلوقات کی پرورش اور ضروریات کی تکمیل

اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ اگر وہ ذات خالق کائنات ہے تو رازق کائنات بھی ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم کی سب سے پہلی اور سب سے اہم سورہ فاتحہ میں سب سے پہلے یہی نظریہ اور اسی کا تصور ملتا ہے کہ وہ ذات رب العلمین ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر کئی قرآنی آیات اور احادیث نبوی میں اسی نظریہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔ نیز نظام ربوبیت کا اثر نظام کائنات کے ذرے ذرے میں دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا ربوبیت کا مسئلہ کسی خاص فرد یا قوم یا جنس کے لئے مخصوص و محدود نہیں، بلکہ ہر کافر و مومن اور زمین و آسمان کی ہر مخلوق اس میں برابر کی حقدار ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ ''بلا شک تمہارا یہ حق ہے کہ تم یہاں نہ بھوکے رہو نہ ننگے نہ پیاسے اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ''۔ (ترجمہ۔ القرآن ۲۰۔۱۱۸) یعنی ہر انسان اپنے بنیادی چار اہم حقوق روٹی، پانی، کپڑا اور مکان کا حق رکھتا ہے۔

جائز و ناجائز کی تفریق:

اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ لہٰذا معاشی پہلو میں انسان کی ایک حد تک انفرادی آزادی اور حیثیت کو تسلیم تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی چند حدود اور پابندیاں بھی عائد کر دیتا ہے۔ تاکہ افراد خود غرضی میں مبتلا ہوکر اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ نہ ہوں۔ بلکہ معاشرے کا ہر فرد اپنی انفرادی آزادی کے ساتھ اجتماعی زندگی کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور دوسرے افراد کا بہترین معاون ثابت ہو۔ نیز اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام کے نظام معیشت میں یہ بات موجود ہے کہ جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اسی قدر جماعت کی خوش حالی ہوتی جائے گی۔ گویا قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے لئے نہیں بلکہ قوم کے تمام افراد

کے لئے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہوسکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لئے محتاجی اور مفلسی کا سبب بنے۔ اسی چیز کے پیش نظر اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں فرمادیا۔:

''اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے مت کھایا کرو بجز اس کے کہ تمہارا لین دین آپس کی رضا مندی سے ہو اور تم خود اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو،،۔ (سورہ نساء۔ ۴)

حق معیشت میں مساوات :

اسلام کے معاشرتی نظام میں یہ نظریہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ کائنات میں ہر جاندار کی معاشی ضروریات کی کفیل اللہ کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالے کے پیدا کئے ہوئے اسباب معیشت میں ہر جاندار کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ کے ہاتھ میں ہے،،۔ (ھود ۱۱)

لہذا اللہ تعالی کے اس منشاء کو پورا کرنے کے لئے اسلامی حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کوئی فرد حق معیشت سے محروم نہ رہے۔ بلکہ ہر فرد کو حصول معیشت کا مساویانہ حق دیا جائے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لا کر اپنی روزی باعزت اور حلال طریقے سے کما سکے۔ اور جو افراد معذور اور بے بس ہوں ان کی روزی کا انتظام کرنا بھی اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق رض نے اپنے زمانۂ حکومت میں ہر نو مولود بچے کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ نیز اہل ثروت پر یہ بات ضروری ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے اموال سے غرباء اور محتاجوں کی معاشی ضرورت کو بدرجہ کفایت

پورا کریں ۔ تاکہ معاشرے کا کوئی فرد بھی اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔

درجات معیشت :

اسلامی تعلیم کے نقطہ نظر سے یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ اگرچہ حق معیشت میں تمام افراد مساوی حیثیت رکھتے ہیں لیکن درجات معیشت میں مساوی نہیں کہ سب کے لئے سامان معیشت ایک ہی طرح کا ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ سامان معیشت سب کے لئے ہو اور معاشرے میں ہر فرد بنیادی ضروریات میں خود کفیل ہو۔ لہذا اسلام کے نظام معیشت میں یہی روح موجود ہے کہ معاشرے کے تمام افراد معاشی لحاظ سے دو گروہوں میں نہ تقسیم ہو جائیں ۔ یعنی ایک گروہ کے پاس پورے معاشرے کی دولت سمٹ کر آجائے ۔ اور دوسرا گروہ اپنی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو جائے ۔ انسانوں کے درجات معیشت کے تفاوت کو قرآن حکیم ان لفظوں میں بیان کرتا ہے ۔ ”دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے درمیان تقسیم کردی ہے ۔ اور اس کو اس طرح کر دیا ہے کہ بعض کو بعض پر درجۂ معیشت میں فوقیت حاصل ہے“۔ (سورۃ الزخرف آیت ۳۲)

معیشت میں تفاوت درجات کی ایک یہ بھی مصلحت ہو سکتی ہے کہ صاحب ثروت افراد مال و دولت کو اپنی ملکیت خیال نہ کریں بلکہ دوسروں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں ۔ نیز درجات معیشت کا تفاوت معاشرے کے دوسرے افراد کو محروم معیشت بنانے اور ذاتی اغراض کی خاطر دوسروں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کے لئے نہ ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس طرح سے معاشرے کے لوگوں کو دو طبقات میں تقسیم کردیا جائے جس کی

وجہ سے ایک کی ترقی دوسرے کے فقر و فاقہ اور افلاس کا سبب بن جائے۔

احتکار و اکتناز کی حرمت :

اسلام کے معاشی نظام میں وہ اصول و ذرائع قطعاً ناقابل تسلیم ہیں جن میں احتکار و اکتناز کی کوئی بھی صورت پیدا ہو سکتی ہو۔ کیونکہ ان کی وجہ سے مال و دولت پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بجائے سمٹ کر چند ہاتھوں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہوجاتا ہے اور اس بنا پر معاشرے کے دوسرے افراد مفلوک الحال ہو جاتے ہیں۔ لہذا دین اسلام نے احتکار و اکتناز کی تمام صورتوں اور ذرائع کو ختم کرنے کے لئے کئی اخلاقی اور قانونی اصول پیش کئے ہیں۔ مثلاً زکوۃ، وراثت، عشر، صدقات اور فطرانہ وغیرہ کے طریقوں کو نافذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز سود، جوا، قمار، سٹہ بازی اور ایسے تمام طریقوں کو ممنوع قرار دے دیا جن کی وجہ سے احتکار و اکتناز کی کوئی بھی صورت نکل سکتی ہو۔ اس لئے قرآن مجید نے واضح طور پر فرمایا ہے۔

''جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا رکھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالے کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو،،۔
(سورۂ توبہ آیت ۳۴)

عادلانہ معاشی توازن :

اسلام نے افراط و تفریط سے بچ کر ایک متوازن اور صحت مند معاشی پروگرام دیا جس میں نہ تو انسانی معیشت کی ضرورت کو نظر انداز کیا گیا ہے اور نہ ہی نئے نظاموں کی طرح روحانی اور اخلاقی پہلو سے آنکھ بند کی گئی ہے بلکہ اسلام کے معاشی نظام میں دنیا کے دیگر تمام معاشی نظاموں کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اور ان کی برائیوں سے وہ بالکل مبراء ہے۔ اس لئے اسلام

کے معاشی نظام میں کوئی ایسا کاروبار جائز نہیں جس کی وجہ سے فاسد اور بے اعتدال نظام معیشت وجود میں آئے یا محنت اور معیشت کے لئے جائز جد و جہد بے حقیقت ہو کر رہ جائے۔ گویا اسلام محنت اور سرمایہ کے درمیان اعتدال اور بہترین توازن پیدا کرکے عادلانہ معاشی نظام کی تعلیم دیتا ھے۔

معیشت میں اخلاقی اقدار:

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان صرف حیوانی ضروریات کی تکمیل کے لئے ھی نہیں پیدا ہوا بلکہ اسے مقام خلافت کے لئے پیدا کیا گیا ھے۔ اور اس میں وہ اوصاف رکھے گئے ھیں جنھیں بروئے کار لاکر مقام خلافت و شرافت کا حصول نہایت سہل ھوجاتا ھے۔ لہذا اسی بنا پر انسانیت کے لئے ضروری ھے کہ حصول معیشت کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ انہیں بنیادی اور اھم حیثیت و مقام دیا جائے۔ تاکہ انسان حقیقی طور پر شرف انسانیت سے مزین ھو سکے اور انسان و حیوان میں فرق و امتیاز پیدا ھوسکے جس کی وجہ سے ھر فرد کی معاشی ضروریات بھی بہ طریق احسن پوری ھوں اور شرف انسانیت کے مقام و مرتبہ کو حاصل کیا جا سکے۔ لہذا علامہ اقبال نے بھی اسی لئے اشتراکیت و سرمایہ داری کی مخالفت کی ھے کہ وہ اخلاقی اقدار سے بالکل بے گانہ ھیں اور ان کے نزدیک جب تک معاشی جد و جہد میں اخلاقی اصول شامل نہیں کئے جاتے معاشی زبوں حالی سے چھٹکارا محال ھے۔ لہذا وہ فرماتے ھیں سرمایہ داری نظام میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا نقص موجود ھے اور انسان جانوروں کی طرح ھوجاتا ھے۔ نیز سرمایہ داری نظام میں معاشرہ افراط و تفریط میں مبتلا ھوجاتا ھے۔ ایک گروہ انتہائی امیر اور دوسرا انتہائی غریب، جس کے نتیجہ میں آقا اور غلام

کا وجود رونما ہوجاتا ہے۔ اشتراکیت میں مساوات شکم کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی اخلاقی اقدار سے بیگانہ ہے۔ لیکن اسلام اس افراط و تفریط سے مبراء ہے۔

دنیا و آخرت:

اسلام نے یہ بھی نظریہ دیا کہ دنیا دارالعمل ہے اور یہ آخرت کی کھیتی ہے۔ لہذا ہر انسان کو اپنے اعمال کی بناء پر جزاء و سزا ملے گی۔ گویا اس لحاظ سے انسانی زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ اور انسان کے لئے صرف پیٹ ھی کا مسئلہ نہیں بلکہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کے لئے تمام پہلو مد نظر رہنے چاہیئں۔ تاکہ انسانی سوچ توجہ، صلاحیتیں اور قیمتی زندگی صرف معیشت کی نذر ہو کر نہ رہ جائے۔ گویا عمدہ اخلاق، بلند کردار، اچھے اعمال اور صحیح ایمان و یقین کی صفات بھی ساتھ ساتھ ہوں تاکہ ہر فرد ان اوصاف کو ساتھ رکھ کر عزت اور حلال کی روزی کما سکے، آپس میں محبت و اتحاد کا جذبہ ہو اور خوشحال معاشرہ وجود میں آسکے۔ بہر حال اسلام کے معاشی نظام میں باھمی تعاون و اشتراک عمل نہایت ضروری ہے تاکہ صالح اور عادلانہ معاشی نظام قائم ہو سکے۔

نیز اسلام کی تعلیم وحدت و اخوت کی علمبردار ہے اور ان تمام ذرائع کا سدباب کرتی ہے جو معاشرے کو مصنوعی طبقات میں تقسیم کردیں۔ لہذا معاشی لحاظ سے بھی افراد کے مختلف گروھوں کا پیدا ھوجانا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اور دین اسلام ایسی باتوں کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کرتا۔